میر کارواں

الوداع اے حضرت میر شریعت الوداع
الوداع اے صاحب علم و فضیلت الوداع
الوداع اے ماحئی کفر و ضلالت الوداع
الوداع اے باعث صد فخر ملت الوداع
رحمتوں کے پھول برسیں تیری تربت پر سدا
تجھ کو جنت دے خدا بہر محمد مصطفیٰ

ذات تیری سید والا گہر تھی بے مثال
تو نے علم و فضل کے موتی بکھیرے باکمال
تیرے دم سے ہوگئی بدعت کی دنیا پائمال
خدمت اسلام و دیں کا تھا تجھے ہر دم خیال
تھا حقیقت میں تو اس ملت کا میر کارواں
اور ناموس نبوت کا حقیقی پاسباں ...!

عہد حاضر میں تھا بیشک تو خطیب بے مثیل
پیکر انسانیت تھا، ملک و ملت کا خلیل
مرتبہ زعمائے ملت میں تھا کیا تیرا جلیل
پیش باطل تو نے ہر جا حق کی روشن کی دلیل
آفتاب علم دیں تھا تو جہاں میں بالیقیں
تھا دل و جاں سے تو واللہ! عاشق دین متیں

دین قیم کے لئے تو نے سہے ظلم و ستم
زندگی بھر دین حق پر تو رہا ثابت قدم
تیری فطرت سے عیاں تھی الفت شاہ امم
تو نے اونچا کر دیا حق و صداقت کا علم
فقر و درویشی میں انور جس کی گزری ہے حیات
سرخرو ہو کر ہوا پیش رب کائنات!

نور محمد انور (کالا باغ)

سید محمد وکیل شاہ

شاہ جی، ابراہم لنکن اور پاکستان

ملتان میں حضرت امیر شریعت تادمِ واپسیں جس مکان میں رونق افروز رہے آپ کا معمول یہی رہا کہ بیشتر وقت "بیٹھک" میں گزارتے۔ بیٹھک کے مقابل کے مکان میں ایک عرصہ کوئی نائب تحصیلدار صاحب مقیم رہے اور ان کے ہاں بھی آنے جانے والے کچھ کم نہ تھے۔ سخت گرمیوں میں ایک روز دوپہر کے وقت افسر موصوف کے ایک ملاقاتی ان کی کنڈی کھٹکھٹاتے ہوئے تھک ہار گئے مگر جواب ندارد! شاہ جی نے دیکھا تو بیٹھک میں بلا لیا۔ پنکھے کی ہوا میں کچھ دیر بیٹھے رہنے سے اس کے اوسان بحال ہوئے تو اب اس نے نظریں گھما گھما کے بیٹھک کے خستہ و شکستہ در و دیوار کا جائزہ لینا شروع کیا۔ شاہ جی اس کے محسوسات بھانپ گئے اور فرمایا "بھئی تم دیکھ کر حیران ہو رہے ہو گے کہ حکومت نے کیسا عالیشان مکان الاٹ کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مکان کرائے پر حاصل کیا گیا ہے" مخاطب شاہ جی کے لطیف طنز کو پا گیا۔ اور فوراً بولا، ویسے اگر آپ محسوس نہ فرمائیں تو میں ایک بات عرض کروں، اور ادھر سے خوشدلانہ اجازت پا کر کہنے لگا کہ "میرا خیال ہے آپ کے ساتھ ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے تھا"

شاہ جی "پھڑک اُٹھے، مخاطب کو گلے لگا لیا اور فرمایا" بھئی بہت خوب! سچ تو یہی ہے کہ جب ہم نے ساری زندگی فریقِ مخالف سے کوئی ادھار نہیں رکھا بلکہ کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تو اب اُدھر سے التفات اور عنایات کی توقع۔ چہ معنیٰ دارد؟" اس ساری مکالماتی کارروائی سے ماحول میں بے تکلفی سی پیدا ہو گئی تو بات پاکستان کے سماج اور سرکار کے محاسن اور معائب تک پھیل گئی۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ "شاہ جی"! مجھے پاکستان کی صورت حال دیکھ کر ابراہم لنکن یاد آجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی عادت کچھ ایسی تھی کہ وہ سفارشی حضرات کی دو ٹوک انداز میں حوصلہ شکنی سے بہت کتراتا تھا۔ بلکہ اس کی بجائے سفارشی حضرات کو کسی تمثیلی پیرائے میں ان کا ناجائز موقف باور کرانے کی کوشش کرتا۔ مثلاً ایک دفعہ ابراہم لنکن کو اس کا ایک دوست آکر ملا، اور اپنے ایک دوست کا تعارف کراتے ہوئے ابراہم سے پر زور سفارش کی کہ یار! اسے وزیر بنا دو، اس پر ابراہم نے حسبِ معمول اپنے دوست سے کہا کہ مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے اور وہ کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے شکار کا پروگرام بنایا اور وزیراعظم سے کہا کہ نجومی سے زائچہ تیار کرا کے بتلاؤ کہ موسم شکار کے لئے سازگار ہے یا نہیں؟ وزیراعظم نے تعمیل ارشاد کی اور اطلاع دی کہ حضور موسم بہت سازگار ہے۔ اب بادشاہ نے مقربین اور مصاحبین کا لاؤ لشکر ترتیب دیا اور سینکڑوں امراء کا یہ قافلہ جنگل کو چل پڑا۔ موسم واقعی خوب تھا۔ مطلع صاف، دھوپ کی تمازت اور تروتازہ سبزہ! اچانک بادشاہ کی نظر ایک دیہاتی پر پڑی جو اپنے گدھے کو بُری طرح پیٹتے ہوئے شہر کو بھگائے لے جا رہا تھا۔ بادشاہ نے اس کی اس حرکت پر ناگواری کا اظہار کیا تو ایک وزیر نے لپک کر دیہاتی کو جا لیا کہ کیوں بے زبان پر ظلم ڈھاتے ہو۔ دیہاتی نے تنک کر جواب دیا ارے